ممتاز مرزا

سندھ کی تاریخی مسجد

بھنبھور کی مسجد

بھنبھور سندھ کی اس قدیم بستی کا نام ہے جسے تاریخ اور آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے مشہور بندرگاہ دیبل قرار دیا ہے۔ یہ ہی وہ دیبل ہے جسے محمد بن قاسم نے فتح کر کے سندھ میں اپنی فتوحات کا آغاز کیا اور اسی وجہ سے سندھ کو باب الاسلام کہا جاتا ہے۔ اس قدیم بستی کے کھنڈرات خلیج گھارو کے شمالی کنارے شاہراہ حیدرآباد ٹھٹہ پر کراچی سے چالیس میل دور واقع ہے۔

بھنبھور کے کھنڈرات میں اس وقت جو تحقیقات ہو رہی ہیں ان کا مقصد اس بستی کا آغاز، آٹھویں صدی کے اوائل میں سندھ میں آباد ہونے والے عربوں کی طرز بود و باش اور اس دور کی تہذیب و ثقافت کا پتہ لگانا ہے۔

موجودہ کھدائی کی بدولت کھنڈرات کے مختلف حصوں میں آبادی کے اوپر والی سطح سے اسلامی دور کے بے شمار آثار نکلے ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی سے تیرہویں صدی تک یہاں مسلم آبادی تھی۔

اس فصیل بند بستی میں دریافت ہونے والی سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ عمارت جامع مسجد ہے جو شہر کے درمیان واقع ہے۔ اس میں سے دو کتبے بھی دستیاب ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسجد اس برصغیر کی سب سے زیادہ قدیم مسجد ہے۔ یہ کم و بیش ایک مربع کی صورت میں ہے اس مسجد کی بیرونی دیوار جو تین سے چار فٹ چوڑی ہے وہ پختہ اور پتھر کی ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ دیوار کی تعمیر میں پتھر استعمال کیا گیا ہے اس قدیم ترین مسجد کا فرش اینٹوں کا ہے

جو ۷۵ فٹ طویل اور ۵۸ فٹ عریض ہے۔

مسجد کے تین اطراف میں دالان اور غلام گردشیں ہیں جن کی چھت لکڑی کے قطار در قطار ستونوں پر قائم تھی۔ کھدائی کے دوران جو آثار ملے ہیں ان سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دالان چھوٹے چھوٹے حجروں میں بٹے ہوئے تھے۔ اور ہر حجرہ اوسطاً گیارہ فٹ یا نو فٹ تھا۔ چوتھی طرف یعنی مغرب کی جانب ایک بڑا ایوان ہے۔ جس کی چھت ۳۳ ستونوں پر قائم تھی، جو تین قطاروں میں استادہ تھے۔ ان ستونوں کے پائے پتھر کے بنے ہوئے تھے۔ جو آج بھی بہتر حالت میں موجود ہیں۔ کھدائی میں ان کے گرد لکڑی کے جلے ہوئے منقش ٹکڑے بھی ملے ہیں۔ ان تمام چیزوں کے تجزیئے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ستون لکڑی کے اور منقش تھے۔ بعض پایوں پر عمدہ نقش و نگار ہیں۔ اس قسم کے منقش پتھر مسجد کی مختلف دیواروں اور عمارت سے بھی ملے ہیں۔

مسجد کی کئی چیزوں میں ایک وضو کرنے کا چبوترہ ہے جس پر موٹی تہہ کا چونے کا پلستر ہے یہ چبوترہ شمالی مشرقی گوشے کے قریب واقع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں اس چبوترہ پر مٹی کے بنے ہوئے چراغ رکھے جاتے تھے یہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس چبوترے کے قریب مٹی کے چراغوں کا ایک بڑا ذخیرہ بھی دستیاب ہوا ہے اس چبوترے کے قریب پتھر کی بنی ہوئی پختہ نالی بھی ہے، جس کے ذریعہ صحن میں جمع ہونے والا برسات کا اور وضو کا پانی باہر نکل جاتا تھا۔ اس نالی سے وضو کے لئے استعمال ہونے والے لوٹوں کے چند ٹکڑے بھی ملے ہیں۔

مسجد کے دو بڑے دروازے تھے جو مشرقی اور شمال سمت میں واقع تھے اور ایک چھوٹا سا دروازہ مغرب میں تھا جس کے ساتھ سیڑھیاں بھی تھیں۔ صدر دروازہ تو مشرق کی جانب تھا لیکن اس دروازے کی حالت بہت خستہ ہے اس ساڑھے پانچ فٹ چوڑے دروازے کے ساتھ ایک ڈیوڑھی اور تین سیڑھیاں بھی ہیں۔ مسجد کے اس حصے میں دروازے کے قریب ایک بڑے کتبے کے ٹکڑے بھی ملے ہیں۔ جن پر خطِ کوفی میں چند تحریریں ہیں۔ البتہ شمالی دروازہ نسبتاً اچھی حالت میں ہے یہ دراصل سات فٹ چوڑا دروازہ تھا۔ اور اس کے ساتھ بھی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس دروازے کے اندرونی حصے میں دروازے کی چوبی چوکھٹ اور دہلیز کے

نشانات موجود ہیں۔ لکڑی کی یہ چوکھٹ جس کی لکڑی گل چکی ہے۔ لوہے کی کیلوں کے ساتھ لگائے گئے تھے اس دروازے کے دونوں طرف نقشین پتھروں کے علاوہ تحریر والے پتھر بھی خاصی تعداد میں پائے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر سامنے والی دیوار کے آرائش کے لئے استعمال کئے گئے تھے۔ مغربی سمت کی دیوار میں جو بہت شکستہ اور خستہ حالت میں ہے محراب کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ڈاکٹر ایف اے خان جو کہ اس قدیم بستی کی کھدائی کے نگراں تھے ان کی رائے ہے کہ اس قسم کی مسجد یعنی بغیر محراب کی مسجد کا یہ نقشہ کوفہ کی جامع مسجد اور واسط کی جامع مسجد سے بہت ملتا جلتا ہے۔ جو علی الترتیب ۶۷۰ء اور ۷۰۲ء میں تعمیر کی گئی تھیں۔ ان مذکورہ ساجد میں بھی غالباً محرابیں نہیں تھیں۔ مسجد کی محراب پہلی مرتبہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں بنی یہ محراب ۷۰۷ء ۷۰۹ء مسجد نبوی کی تعمیر نو میں بنائی گئی تھیں۔"

آگے چل کر ڈاکٹر موصوف کہتے ہیں۔

"مسجد کے ساتھ والی گلی میں گہری کھدائیاں ہوئی ہیں ان سے تعمیر مسجد کے چار دور نظر آتے ہیں۔ ان ہی چار ادوار کا پتہ مسجد کے اندرونی فرش اور بیرونی راستوں سے ملتا ہے کھدائی کے مسلمہ اصولوں کی مدد سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسجد آٹھویں صدی میں تعمیر ہوئی اور تیرہویں صدی تک قائم رہی۔"

احاطۂ مسجد کے اندر ملنے والی تمام چیزیں اپنی اہمیت کی حامل ہیں، لیکن کوفی خط کے کتبے جو پتھروں پر لکھے ہوئے ہیں تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔ یہ سب بہت ہی اہم اور معلومات افزا ہیں۔ اس قسم کے کتبے اب تک تقریباً تیرہ مل چکے ہیں اب ان میں سے دو کتبے علی الترتیب ۱۰۹ ہجری یعنی ۷۲۷ء اور ۲۹۴ھ یعنی ۹۰۷ء کے سنہ درج ہیں۔ یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ فتح دیبل کا زمانہ تعمیر مسجد کے زمانے سے جو پہلے کتبے سے ظاہر ہے بہت ہی قریب ہے۔ افسوس ہے کہ اس کتبے کا وہ حصہ جس پر سنہ درج ہیں بہت ہی شکستہ حالت میں دستیاب ہوا ہے اس لئے وثوق سے پڑھا نہیں جا سکتا۔ البتہ دوسرا کتبہ خطِ کوفی کا نادر نمونہ ہے۔ اس کتبہ پر سنہ ۲۹ ہجری

درج ہے۔ لیکن اس سنہ کو مسجد کی تعمیر کا آخری سنہ سمجھنا فی الوقت صحیح نہیں ہے کچھ کتبات میں خلفائے وقت اور مقامی گورنروں کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں اور بعض معلومات تو تاریخی اہمیت رکھتی ہیں۔ اب تک جو دو کتبہ پڑھے گئے ہیں ان پر لکھی ہوئی عبارتوں کا ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المومنین مراد ن بن محمد امیر المومنین۔ اللہ اس کی عزت بڑھائے نے علی موسیٰ مولی امیر المومنین اکرمہ اللہ کے توسط سے اس کی تعمیر کا حکم آیا تھا۔ ۱۰۹ھ مطابق ۷۲۷ - ۷۲۸ء دوسرے کتبے کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ۔ صرف وہی شخص اللہ تعالیٰ کی مسجد آباد کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور زکواۃ دیتا ہے۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتا یہی لوگ راست پر ہو سکتے ہیں۔ یہ بے جو امیر محمد بن عبدالر(؟) کے حکم سے ذیقعدہ ۲۹۴ھ (یعنی ۹۰۶ء) میں نصب ہوا۔

بھنبھور کی یہ مسجد برصغیر کی سب سے قدیم ترین مسجد ہے اور غالباً فتح سندھ کے بعد یہ ہی وہ پہلی مسجد ہے جہاں سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی۔ اور اپنی اس صداقت کی بنا پر ایک اہم تاریخی سرمائے کی حیثیت رکھتی ہے۔